کانگریس یا مسلم لیگ

مصنفہ

حکیم انصاری

ناشر: نذیر احمد قریشی

ناظم دار الاشاعت سیاسیات مشرقیہ

آفندی لاج۔ قرول باغ۔ نئی دہلی

باہتمام مولانا نیاز احمد نظامی جمال پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوا

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
وہ چمک اٹھا افق گرم تقاضہ تو بھی ہو

برادران اسلام - اگر آپ سیاسیات ہند کو بے نقاب دیکھنا
ور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس نازک وقت میں جبکہ ہر
یر مسلم قوت مسلمانوں کو جاہل - غریب اور کمزور سمجھ کر تباہ و برباد
رنے کے لئے طرح طرح کے دام فریب بچھا رہی ہے - مسلمانوں
کو اپنی حفاظت کے لئے کیا کرنا چاہیئے تو اس رسالہ کو خوب غور
ے پڑھئے اور اگر آپ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ جو کچھ اس میں بیان
کیا گیا ہے وہ صحیح - درست - مدلل اور مبنی بر واقعات ہے
وان خیالات پر عمل کرنے اور ان کو دوسروں تک پہونچانے کی
پوری کوشش فرمائے - اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کو اس کی جزائے
خیر دے گا -

حکیم انصاری

پیش کش :- محمد احمد ترازی

تعارف

مشہور و معروف ہستیاں محتاج تعارف نہیں ہوتیں لیکن مصنف رسالہ ہذا حکیم انصاری صاحب کا تعارف اس لئے ضروری ہے کہ وہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھے ہوئے نہایت خاموشی سے قومی کام انجام دیتے رہے ہیں خاص خاص صاحب جو اُن سے واقف ہیں خوب جانتے ہیں کہ وہ ایک درد مند دل رکھتے ہیں اور نہایت مخلص قومی کارکن ہیں جو گمنامی کی زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہیں ان کے علم و فضل بلند خیالی اور سلجھی ہوئی طبیعت کے متعلق کچھ زیادہ لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ اس رسالہ کے مطالعہ سے خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو کسقدر خوش اسلوبی سے حل کر سکتے ہیں رسالہ ہذا کا موضوع باوجود سیاسی ہونے کے طرز بیان ایسا دلکش اور دلچسپ ہے کہ کتاب کو ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا دقیق سے دقیق مسائل کو سہل پیرایہ میں حل کر دینا ان کا خاص حصہ ہے میں نے ان کو مجبور کیا کہ ایسے نازک وقت میں موجودہ مسائل کے متعلق اپنے زاویہ نگاہ سے عوام کو آگاہ کریں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ میں پبلک میں نہایت مختصر الفاظ میں ان کا تعارف کراؤں اور امید کرتا ہوں کہ انکی یہ کوشش پبلک میں بہت مقبول ہوگی فقط والسلام۔

مخلص

چودھری مولوی مہر الدین لال کنواں دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نئی دلی کی ایک فردوس منظر کوٹھی کے دیسی برآمدے میں ایک خوبصورت میز کے گرد متعدد خالی کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ پاس ہی ایک آرام کرسی پر ایک فرشتہ صورت انسان نیم دراز حالت میں اخبار انقلاب ہاتھ میں لئے افکار و حوادث کی رنگینیوں کے مزے لے رہا ہے کہ ایک بلند بالا خوبصورت نوجوان سر سے پیر تک کھدر میں ملبوس سر پر گاندھی ٹوپی لگائے اندر داخل ہو کر باواز بلند کہتا ہے۔

السلام علیکم محمود صاحب

محمود۔ وعلیکم السلام کلیم صاحب۔ آئیے آئیے۔ آج کیسے تکلیف فرمائی۔

کلیم۔ واہ جناب آپ ہی نے تو وقت دیا تھا کہ شرکت کانگرس پر تبادلہ خیالات کریں گے۔

محمود۔ معاف فرمائیے گا۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔ آئیے اطمینان سے تشریف رکھئے اور اپنے خیالات سے مستفید فرمائیے۔

کلیم۔ (کرسی پر بیٹھ کر)۔ اپنا خیال ظاہر کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ شرکت کانگرس کا سوال حقیقت میں مسلمانوں کی موت اور زندگی کا سوال ہے۔ اگر آج ہم نے اس کا غلط فیصلہ کر لیا تو بالکل ممکن ہے کہ ہندوستان ایک دوسرا سپین بن جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سوال پر بلا تعصب اور ہٹ دھرمی کے محض واقعات و حقائق کو سامنے رکھکر صرف تحقیق حق کے لئے گفتگو کیجائے اور کسی بات کی تائید یا تکذیب محض اس لئے نہ کیجائے کہ فلاں لیڈر یا مولانا کا یہ خیال ہے لہذا یہی

درست ہے۔

محمود۔ بالکل درست فرمایا آپ نے میں لفظاً بہ لفظاً آپ سے متفق ہوں
اور خود آپ سے بھی اسی بات کا متوقع ہوں۔ اچھا تو فرمائیے۔ کہ
آپ کا خیال کیا ہے۔

کلیم۔ مخالف اور موافق دونوں قسم کی دلیلوں اور واقعات پر پو
غور کرنے کے بعد میں تو اسی نتیجہ پہ پہنچا ہوں کہ ہم کو کانگریس میں
ضرور شریک ہونا چاہیئے۔

محمود۔ کیوں۔

کلیم۔ اس لئے کہ کانگرس حصول آزادی کے لئے قربانیاں کر رہی ہے او
حصول آزادی ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔

محمود۔ حصول آزادی نہ کہیے۔ حصول سلطنت کہیے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلما
سے قرآن پاک میں وعدہ فرمایا ہے کہ تم صالح بن جاؤ تو زمین کی وراثت
یعنی بادشاہت تم کو عطا کیجائے گی۔

کلیم۔ مگر وہ بات تو ٹھیک ہی ہے آزادی اور سلطنت ایک ہی چیز ہے۔

محمود۔ تو کیا آپ واقعی یہ سمجھ رہے ہیں کہ آزادی مل جانے کے بعد ہندوستان
مسلمانوں کی سلطنت قائم ہو جائے گی۔

کلیم۔ نہیں صرف مسلمانوں کی سلطنت تو قائم نہیں ہو سکتی۔ سبھی قوموں کی
مشترک سلطنت ہو گی جس میں مسلمان بھی برابر کے حصہ دار ہوں گے

محمود۔ معاف فرمائیے۔ اسلام تو بلا شرکت غیرے صرف اسلامی سلطنت
کے قیام کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ ایسی ساجھے کی
سلطنت کا تو کوئی نظریہ اسلام پیش ہی نہیں کرتا۔ بہر حال جو کچھ

آپ نے فرمایا اگر اسی پر قناعت کر لی جائے تو بھی کیا آپ کو یقین ہے کہ
حکومت ہند میں جو کچھ حصہ مسلمانوں کو ملیگا وہ دینی اور دنیوی ضروریات
کے لئے کافی ہوگا۔

م۔ یقیناً۔

و۔ اچھا ذرا بتائیے تو سہی کہ ہندوستان میں حصول آزادی کے بعد
کیسی حکومت قائم ہو گی۔

۔ جمہوری پارلیمینٹری قسم کی حکومت۔

و۔ مگر جمہوری حکومت میں تو بنیادی اصول اکثریت کا اقتدار ہے۔ یعنی
ہر بات کا فیصلہ کثرت رائے سے ہوا کرتا ہے اور یہ ہر شخص جانتا ہے
کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی ۸ کروڑ اور ہندوؤں کی ۲۵
کروڑ ہے پھر آپ کو اس حکومت سے کیا فائدہ ہوگا۔ ہندو اکثریت
من مانی کارروائیاں کرے گی اور آپ بیٹھے منہ دیکھا کریں گے۔ اب
تو آپ ایک ہمسر قوم کے محکوم ہیں اور اس وقت ان لوگوں کی غلامی
کرنی پڑے گی جو آٹھ سو برس تک خود آپ کے محکوم رہ چکے ہیں۔

۔ معاف فرمائیے یہ تو محض توہمات ہیں پانچ صوبوں میں مسلمانوں کی بھی
تو اکثریت ہو گی۔

د۔ ہو گی۔ لیکن سندھ۔ بلوچستان اور سرحدی صوبے کو چھوڑ کر باقی
دو صوبوں یعنی پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت بالکل برائے
نام ہے برخلاف ازیں ہندو صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت اسقدر
بے پناہ ہے کہ وہ بالکل بے خوف ہو کر جو چاہیں گے کر گزریں گے۔ علاوہ
ازیں جو بات خاص طور پر قابل غور ہے وہ مرکزی حکومت میں ہندوؤں

کی کامل اکثریت ہے۔ مرکزی حکومت ہی اصل چیز ہے کیونکہ مالیات اور افواج ہمیشہ اسی کے ہاتھ میں رہیں گی۔ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ان حصوں کی برائے نام اکثریت اور آزادی جس وقت موقعہ ملا۔ ہندو فوجوں کے ذریعہ پامال نہ کر دی جائے گی۔

کلیم - واہ کیا فوجوں میں سب ہندو ہی ہوں گے مسلمان نہ ہوں گے۔

محمود - اول تو فرض کیجئے کہ اگر مرکزی حکومت ساری فوج کو ہندو ہی بنا لے تو کونسی طاقت اسے ایسا کرنے سے روک سکے گی۔ دوسرے اگر کچھ مسلمان فوجوں میں ہوتے بھی تو کیا ہے۔ ابھی تو انگریزی افواج میں بہ تعداد کثیر مسلمان موجود ہیں لیکن کیا وہ مسلمانوں ہی کے خلاف استعمال نہیں کئے جا سکتے۔ ایسی ہی کرایہ کی فوجیں اس وقت بھی ہوں گی جو خود مسلمانوں کا گلا کاٹیں گی۔

کلیم - بظاہر آپ کا اعتراض بہت معقول ہے لیکن یاد رکھئے تین خاص وجوہات ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہندو مسلمانوں کی طرف ٹیڑھی نظر سے بھی نہ دیکھ سکیں گے۔

محمود - ذرا بیان تو فرمایئے وہ کونسی وجوہات ہیں۔

کلیم - پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ہندوؤں کے لئے کوئی سبب اور محرک ہی موجود نہیں کہ خواہ مخواہ مسلمانوں کو ستا کر ان کی دشمنی مول لیں اور خانہ جنگی برپا کریں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر ملک میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک اٹھی تو اس سے فائدہ اٹھا کر یقیناً کوئی بیرونی سلطنت حملہ کر بیٹھے گی ہندو اس قدر بیوقوف ہرگز نہیں کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد پھر کسی اور کے غلام بن جائیں۔

محمود - سبب اور محرک تو وہی جذبۂ انتقام ہے جو نو سو برس سے ہر ہندو کے سینہ میں پرورش پا رہا ہے ہر ہندو کا یہی خیال ہے کہ مسلمانوں نے ہمارے ملک پر قبضہ کیا۔ ہمارے آباء و اجداد کو زبردستی مسلمان بنایا۔ مندر توڑے۔ بت شکنیاں کیں اب موقعہ ملے تو ہم بھی بدلہ لیں۔ اب رہا کسی بیرونی سلطنت کے حملہ کا ڈر تو ممکن ہے کہ کوئی موقعہ ایسا آپڑے جب بیرونی ممالک اپنے اپنے افکار میں مبتلا ہوں اور ہندو اس سے فائدہ اٹھا کر حصول انتقام پر آمادہ ہو جائیں۔ علاوہ ازیں جب کوئی حکومت اپنی رعایا کے کسی خاص فرقے کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو تو ضروری نہیں کہ علی الاعلان تیغ و تفنگ ہی سے اسے ہلاک کرے حکومتوں کے ہاتھ میں بیسیوں ایسے ذرائع ہوتے ہیں کہ وہ غیر معلوم طریق پر نہایت خاموشی سے اپنا کام کر گزرتی ہیں۔ اور دنیا کو غریب مقتول کے چیخنے کی آواز بھی نہیں سنائی دیتی۔

کلیم - لیکن آپ آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہندوؤں سے مل کر کام کرنا اور ان پر اعتماد کرنا ناگزیر ہے۔

محمود - ہم ہندوؤں کے ساتھ بحیثیت حلیف یا معاہد مل کر کام کرنے کو ہر وقت تیار ہیں۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ محض ان کی باتوں پر اعتماد کر کے اپنی داخلی تنظیم سے غافل ہو جائیں اور اس قدر طاقت پیدا نہ کریں جو بوقت ضرورت مقابلہ کے لئے کافی ہو۔

کلیم - آخر کیوں؟

محمود - اس بات کا صحیح جواب ہم کو ہندوؤں کی روایات۔ تاریخ اور ذہنیت میں تلاش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ تاریخ و روایات تو یہ بتاتی ہیں کہ جس غیر

قوم یا غیر مذہب پر ہندوؤں نے غلبہ پایا اُسے بالکل تباہ اور برباد ہی کر کے چھوڑا۔ مسلمانوں اور انگریزوں کی طرح نہ تو انہوں نے اپنی رعایا کو تعلیم و تربیت اور تہذیب سے بہرہ مند کیا نہ ان کے ذاتی، قومی اور مذہبی حقوق و قوانین کی نگہداشت اور حفاظت کی۔ گونڈ، بھیل، سنتھال، ڈراوڑ اور ہندوستان کے وہ اصلی باشندے جو اچھوت کے قابل شرم نام سے پکارے جاتے ہیں میرے اس دعوے کی زندہ دلیل ہیں۔

دوسری مثال بدھوں کی ہے۔ ان پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد ہندو اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے۔ جب تک ان کے مذہب، معاشرت اور رسوم و رواج کو خاک میں ملا کے ان کا نام سرزمین ہند سے مٹا نہ ڈالا۔

اب موجودہ ذہنیت کو بھی دیکھ لیجئے۔ آج کا ہندو باوجود اس قدر تعلیمیافتہ ہونے کے بھی غیر مذاہب اور غیر اقوام سے اس قدر نفرت کرتا ہے کہ ان کے ساتھ کھانا پینا تو درکنار ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کے پڑوس میں رہنا تک بھی گوارا نہیں کرتا۔ کیا آپ ان واقعات کا انکار کر سکتے ہیں۔

کلیم۔ ہرگز نہیں۔ لیکن اب ہندوؤں میں بھی عام بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ چھوت چھات کا معاملہ بہت کم ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ ساری خرابیاں دور ہو جائیں گی۔

محمود۔ کاش ایسا ہی ہو لیکن دس بیس یا سو پچاس آدمیوں کو دیکھ کر ایک عام حکم نہیں لگانا چاہیئے۔ ان لوگوں کا ذکر نہ کیجئے۔ جو سیاسی وجوہات

یا سوشل اتفاقات کی وجہ سے غیر ہندوؤں کے ساتھ مل جل لیتے ہیں اور اچھوت ادھار کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔ ہندو پبلک کی اکثریت کو دیکھ کر رائے قائم کیجئے۔ کیونکہ اسی اکثریت پر جمہوری حکومت کا دارومدار ہوگا۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہندو مسلمانوں کو اپنے محلوں میں مکان اور اپنے گاؤں میں زمین تک نہیں دیتے۔ مسلمان دوکانداروں سے سودا تک نہیں خریدتے۔ مسلمان موچی سے جوتا تک نہیں گنٹھواتے اور مسلمانوں کی لکھی ہوئی کتابوں اور اخباروں کو ہاتھ سے چھوتے تک نہیں۔ حالانکہ مسلمانوں میں اس قسم کا تعصب بالکل موجود نہیں۔ ہندو دوکانداروں کے ۹۰ فیصدی سے زیادہ گاہک اور ہندو سینماؤں کے ۹۰ فیصدی سے زیادہ تماشائی مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ مسلمان اخبار بیں حضرات خصوصاً انگریزی تعلیمیافتہ لوگوں کو دیکھئے۔ تو ان میں سے ۹۰ فیصدی کے ہاتھ میں ہندو اخبار ہی نظر آئیں گے ہندو تو کانگریسی مسلمان اخباروں تک کو بھی نہیں چھوتا ...... کہا جاتا ہے کہ ہندو مسلم سوال صرف شہروں میں ہے دیہات اس لعنت سے بالکل پاک ہیں۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ دیہاتی ہندو شہریوں سے بھی زیادہ کٹر اور متعصب ہوتے ہیں۔ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے سے اسی قدر بچتے ہیں جیسے کہ شہری ہندو۔ کیا وہ ہندو کسان ہی نہیں ہوتے جو ہندو مسلم مناقشات کے وقت لٹھ لے کر شہری مسلمانوں کا سر توڑنے کو آ دھمکتے ہیں۔ تاجر پیشہ ہندوؤں کو دیکھ لیجئے۔ وہ مسلمان گاہکوں کی جیبوں سے پیسے نکالنے اور سود کی شکل میں ان کا خون

جو سننے سے تو گریز نہیں کرتے لیکن جب تک مجبوری نہ ہو جائیں کبھی مسلمان تھوک فروش کے ہاں سے دھیلے کا مال ہی نہیں خریدتے ملازمت پیشہ ہندو کی ذہنیت شاید سبھی سے گندی ہے۔ ہر محکمہ میں ہندو ہیڈ کلرک کا راج ہے۔ پہلے تو یہ لوگ طرح طرح کی ترکیبوں اور چالبازیوں سے مسلمانوں کو دفتروں میں گھسنے ہی نہ دیتے تھے۔ لیکن اب جو پبلک سروس کمیشن اور فرقہ وارانہ معیار تناسب کی وجہ سے کچھ مسلمانوں کو مجبوراً لینا پڑتا ہے تو ان کے ساتھ وہ برا سلوک کیا جاتا ہے کہ بیچاروں پر زندگی وبال ہو جاتی ہے اڑیسہ کی کانگرسی حکومت نے تو فرقہ وارانہ تناسب کا معیار ہی الٹ دیا تاکہ بیس پچیس فیصدی مسلمان جو روٹی کے سہارے لگ جاتے تھے۔ وہ بھی محروم رہ جائیں۔ خود کانگریسی ہندو لیڈروں کو دیکھ لیجئے۔ آج تک کانگرس میں مسلمانوں کی مرضی کے مطابق کوئی قرارداد منظور ہوئی۔؟ قطعی نہیں۔ مسلمان کانگرسی ممبروں کی حیثیت ہندو کانگریسی لیڈروں کے سامنے بالکل ماتحت اور افسر کی سی ہے۔ مساویانہ سلوک کا کہیں نام ونشان ہی نہیں۔ تحریکوں کا عام رخ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔ عدم تعاون کی تحریک ہی۔ مدرسے توڑے نوکریاں چھوڑیں۔ ہجرت کی تو سب مسلمانوں نے۔ ہندوؤں کا نہ کوئی سکول بند ہوا۔ نہ کسی نے نوکری سے استعفا دیا۔ الا ماشاء اللہ اور ہجرت میں تو کوئی ہندو شریک ہی نہ ہوا۔ کیا مسلمانوں کو یہ سب نقصان ہندو لیڈروں کی پیروی اور ان کے احکامات کی تعمیل ہی میں نہیں ہو چکا۔

اور سنئے کانگرس کی جانب سے سرمایہ داری کے خلاف اور کسانوں

اور مزدوروں کی طرفداری میں تو بار بار آواز بلند ہوتی ہے۔ لیکن مہاجنوں فیکٹریوں کے مالکوں اور سود خور بنیوں کے خلاف بھی کوئی قانون بنانے کی تجویز کبھی پیش کی گئی؟ ہاں زمینداروں کے خلاف عدم تحصیل لگان کی تحریک بڑے زور شور سے اٹھائی جاتی ہے لیکن وہ بھی یو پی میں۔ آپ نے کبھی اس پر غور بھی کیا کہ اس کام کے لئے یو پی ہی پر نظر انتخاب کیوں پڑتی ہے۔

کلیم: نہیں تو۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔

محمود۔ خاص بات یہی ہے کہ یو پی میں مسلمان بے انتہا اقلیت میں ہونے کے باوجود کسی قدر۔ خوشحال اور کھاتے پیتے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں تعلقہ دار اور زمیندار زیادہ تر مسلمان اور کسان ہندو ہیں۔ کانگریسی مہاراجے بھلا اس بات کو کہاں برداشت کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کو پیٹ بھر کر روٹی مل سکے چنانچہ ساری کوشش یہی ہے کہ کسی طرح ان مسلمان تعلقہ داروں کی زمینداریاں تباہ کر دی جائیں آپ نے یہ تماشا بھی ملاحظہ فرمایا کہ ایک طرف تو کانگرس کسانوں کو تلقین کرتی ہے کہ زمینداروں کو لگان مت دو اور دوسری طرف کانگرسی گورنمنٹ بزور بازو انہی زمینداروں سے مالیانہ وصول کرتی ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود دعوے یہ ہے کہ ہم تو غریبوں کے لئے روٹی کا سوال حل کرنے کو اٹھے ہیں اور ملک کو سرمایہ داری کی لعنت سے بچانے چلے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جسقدر نو دولتے ہندو سرمایہ دار اس کانگرسی تحریک نے پچھلے بیس سال میں پیدا کئے ہیں وہ معمولی حالات میں شاید سو برس میں بھی پیدا نہ ہو سکتے تھے۔ اور ان تمام

واقعات و حقائق کے باوجود ستم ظریفی یہ ہے کہ فرقہ پرست اور
فرقہ داری کا علمدار بتایا جاتا ہے مسلمانوں کو۔

اندریں حالات ہم کسطرح یقین کرلیں کہ برسر اقتدار آنے کے بعد
ہندو ہمارے ساتھ مساویانہ سلوک کریں گے اور اپنی ہزار ہا سالہ
تاریخی روایات اور ذہنیت کو بدل ڈالیں گے۔

کلیم۔ یہ نہ کہئے تعلیم اور ضرورت ایسی چیز ہے جو فطرت کو ہی بدل دیتی ہے
آپ اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ ہندو ہر خرابی کی اصلاح کرنے
پر تل گئے ہیں اور جب مکمل آزادی کا آفتاب طلوع ہوگا تو یہ تاریکیاں
خود بخود چھٹ جائیں گی۔

محمود۔ یہ محض آپ کا قیاس ہی قیاس ہے۔ دلیل آپکے پاس کوئی نہیں۔
حالانکہ میں نے جو کچھ کہا واقعات و امثال کی بنا پر کہا ہے۔ دیکھئے ہندوؤں
کے بے شمار فرقے ہیں جنکے عقاید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن
کم از کم دو عقیدے ایسے ہیں جنکو ہندوؤں کا ہر فرقہ مانتا ہے۔ در اصل
یہی دو عقیدے ہندو مذہب کے بنیادی اصول ہیں جو ہزار ہا سال سے
برابر اپنا اثر ہندو قوم کی ذہنیت پر ڈال رہے ہیں اس لئے جب تک
یہ تبدیل نہوں ذہنیت تبدیل نہیں ہوگی۔

کلیم۔ وہ کونسے دو عقیدے ہیں۔

محمود۔ ایک تو ذات پات کی تقسیم اور دوسرے کرم یعنی نتائج اعمال کا نظریہ

کلیم۔ ذات پات کی تقسیم کو تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ انسان کو مساوات قائم
کرنے اور سوشل بننے سے روکتی ہے لیکن کرم کے نظریہ کا کیا اثر پڑتا
ہے؟

محمود۔ اس عقیدے کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کی سزا یا جزا
بہر حال ملے گی یعنے اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد کتنا ہی پچھتائے اور توبہ
کرے اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) یہ قدرت و اختیار ہی نہیں۔ کہ اسکی
سزا کو ملتوی یا منسوخ کردے۔ اب آپ خود ہی غور فرمائیے کہ جس شخص کی
روح۔ خیالات۔ ذہنیت اور دماغ پر اس عقیدے کا رنگ چڑھا ہوا
ہو عملی دنیا میں خود اس کا کیا حال ہوگا۔ یہی کہ اگر کسی شخص سے خود اس
کی کوئی خطا سرزد ہوجائے تو وہ اسے کبھی معاف نہ کرے گا۔ یہ ہے
اس عقیدے کا نفسیاتی اثر جسکا مظاہرہ ہندو تاریخ کے ہر صفحہ پر اور
ہندو دنیا کے ہر گوشہ میں نظر آتا ہے۔

کلیم۔ لیکن آپ اس تمام گفتگو سے کیا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں۔

محمود۔ میں کیا نتیجہ نکالتا۔ قدرتاً ہی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسے عقیدے والے
انسان میں انصاف کا مادہ ہو تو ہو عفو اور رحم کا مادہ ہرگز نہیں ہوسکتا
حالانکہ یہ دونوں چیزیں رعایا اور ماتحتوں پر حکومت کرنے کے لئے
اسی قدر ضروری ہیں جسقدر انصاف۔ اب جس قوم میں مساوات
عفو اور رحم کچھ بھی ہو حقیقت میں وہ انصاف بھی نہیں کرسکتی۔ اور
یقیناً وہ اپنی رعایا کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریگی۔ جیسا کہ ہندوؤں
نے ہندوستان کے اصلی باشندوں اور بدھوں کے ساتھ کیا۔ لیکن
یاد رکھئے۔ یہ دونوں عقیدے ہندو مذہب کے اساسی عقائد ہیں جن
کی تبدیلی سے مذہب میں کچھ باقی ہی نہیں رہتا۔ اس لئے نہ ہندو
ان کو ترک کریں گے نہ ان کی ذہنیت بدلے گی۔ اچھا اب دوسری
وجہ بیان فرمائیے۔

کلیم۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہندو اگر ہم کو تباہ بھی کرنا چاہیں گے تو بھی نہ کر سکیں گے آپ کو معلوم ہے کہ جب ہم ہندوستان میں آئے تھے تو ہماری تعداد کس قدر قلیل تھی۔ اب تو ہم آٹھ کروڑ ہیں آٹھ کروڑ۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ ایک مسلمان دس غیر مسلموں پر غالب آتا ہے اس لئے میرا تو ایمان ہے اور ہر مسلمان کا ایمان ہونا چاہیئے کہ ہم آٹھ کروڑ ہوتے ہوئے بھی ان پچیس کروڑ کے لئے کافی ہوں گے۔ جناب یہ ہندو ایک انڈا تو کھا نہیں سکتا بھلا ۸ کروڑ مسلمانوں کو کیسے کھا جائیگا

محمود۔ ماشاء اللہ کیوں نہ ہو۔ جناب من اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک قطعاً صحیح اور درست۔ لیکن وہ سچے مومنوں اور حقیقی مسلمانوں کے لئے ہے نہ کہ ہم جیسے گنہگار، اور کمزور ایمان والوں کے لئے دیکھئے اگر آپ کا خیال درست ہوتا تو ہم ۸ کروڑ مسلمان صرف تین لاکھ انگریزوں ہی کے غلام کیوں بنتے۔ جب ہم اس تعداد کثیر کے باوجود ۳ لاکھ عیسائیوں پر غالب نہیں آسکے تو ۲۵ کروڑ ہندوؤں پر کسطرح غالب آسکیں گے

جان برادر یہ سب شاعرانہ خوش گپیاں اور خوش فہمیاں ہیں ان شاعرانہ نکتہ سنجیوں پر عملی سیاسیات کی بنیاد رکھنا خودکشی ہے۔ وہ دن گئے جب ہندو انڈے سے بھاگتے تھے اب تو وہ آپ کے منہ سے بکرے چھیننے کی فکر میں ہیں۔

ہماری حفاظت اور زندگی اسی میں ہے کہ شمار و اعداد اور حقائق و واقعات کو دیکھ کر اور موہوم سے موہوم خطرات کا صحیح صحیح اندازہ لگا کر ان کے مقابلے کی پوری تیاریاں کریں تاکہ وقت پر ہاتھ نہ ملنے پڑیں۔ دیکھئے جب تک ہم صحیح معنوں میں مسلمان نہ بن جائیں یعنی نماز

روزہ حج اور زکوٰۃ کی پابندی کے ساتھ ہی سیدھا سادہ زندگی بھی اختیار نہ کریں جو رسول اللہ اور تمام صحابہ کبار کا طغرہ امتیاز تھا۔ سادگی۔ جفاکشی اور اخوت کو اپنا شعار نہ بنالیں اور آپس کے فروعی اختلافات عقائد کیوجہ سے جو مغائرت ایک دوسرے سے رکھتے ہیں اس کو دور کرکے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے نہ پکڑلیں اس وقت تک پچیس کروڑ تو بہت ہوتے ہیں ہم تو ایک لاکھ ہندوؤں کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔

کلیم۔ لیکن یہ اختلافات آخر کسطرح دور ہوں ہمیں تو کوئی صورت نظر نہیں آتی

محمود۔ اس کا اصل جواب تو ان مولویوں سے پوچھئے جنہوں نے ان معمولی اختلافات کو اس قدر اہم اور نمایاں بنا دیا ہے۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر ہم ذرا سی وسعت نظر سے کام لیں اور۔ شیعہ۔ سنی۔ وہابی۔ حنفی۔ بریلوی اور دیوبندی رہتے ہوئے بھی صرف مسلمان اور بن جائیں تو آج سب مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔

کلیم۔ کیا مطلب ہو آپ کا۔

محمود۔ میرا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام اختلافات اس قدر معمولی اور فروعی ہیں کہ ان کا اثر اسلام کے اصولوں پر بالکل نہیں پڑتا اس لئے تمام فرقے اپنے اپنے مخصوص عقائد پر بڑے شوق اور ذوق سے قائم رہیں۔ لیکن ایک تو ہر فرقے نے جو اپنی اپنی الگ الگ مسجدیں بنالی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ملنے اور نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس تنفر کو مٹا ڈالیں۔ تمام عقائد کے مسلمان ہر مسجد میں جس کو بھی مناسب سمجھیں اس امام کے پیچھے ایک ہی صف میں اپنے اپنے طریقہ پر نماز پڑھیں۔ یعنی ہاتھ باندھ کر پڑھنے والے ہاتھ باندھ کر پڑھیں کھولنے

والے ہو لہٰذا۔ جسکا جی چاہے ناف پر ہاتھ باندھے جس کا جی چاہے سینہ
پر جسکا دل چاہے رفع یدین کرے یا آمین بالجہر کہے جس کا دل چاہے نہ
کرے دوسرے یہ کہ اپنی دنیاوی ضروریات کے لئے ایک ہی پلیٹ
پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر جو کچھ کرنا ہو کریں اگر اتنا ہو جائے تو پھر دیکھئے
خدا کی رحمت اور برکت کس قدر جلد ہماری مصیبتوں کو دور کر دیتی
ہے۔

کلیم۔ یہ تو بالکل ناممکن سی بات ہے مسلمانوں یا مولویوں کے ان اختلافات
ہی کیوجہ سے تو ہم کہتے ہیں کہ ہماری ملی تنظیم بالکل ناممکن ہے۔ اور
اس کی کوشش محض تضیع اوقات۔ وہ سب ایک پلیٹ فارم
جمع ہو ہی نہیں سکتے۔

محمود۔ تو پھر آپ ان سبکو کانگرس کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش
کیوں کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے گھر کے پلیٹ فارم اور اپنی مسجدوں
میں اکٹھے نہیں ہو سکتے تو کانگرس کے پلیٹ فارم پر باوجود اختلاف
عقاید کسطرح اکٹھے ہو جائیں گے۔

کلیم۔ واہ یہ اور بات ہے۔ کانگرس کو مذہب سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔

محمود۔ معاف کیجئے جس جماعت کو مذہب سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔ ایسی
لامذہبی جماعت میں خدا پرست مسلمان جنکی کوئی حرکت مذہب سے باہر
نہیں کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

کلیم۔ نہیں نہیں میرا تو یہ مطلب ہے کہ وہاں مذہبی عقائد کی گفتگو اور
بحث و مباحثہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہاں تو صرف ملکی بہبودی کے لئے
ایثار و خدمت اور محض سیاسی خیالات کی ہمنوائی مطلوب ہے

محمود۔ بجا ارشاد ہوا۔ کیوں جناب کیا مسلمانوں کا کوئی ایسا مشترکہ پلیٹ فارم نہیں بن
سکتا۔ جہاں مذہبی عقائد سے بحث نہ ہو اور فقط ملکی بہبودی اور ملت اسلامیہ
کی بھلائی اور رہنمائی کے لئے صرف سیاسی اعتبار سے ہر عقیدے کے مسلمان
جمع ہو جائیں۔

کلیم۔ اگر بن سکتا تو بن چکا ہوتا۔ چونکہ نہیں بنا اس لئے میری رائے میں تو اس کا
بننا ممکن ہی نہیں۔

محمود۔ خوب فرمایا۔ اور یہ مسلم لیگ کیا چیز ہے۔ کیا وہ محض سیاسی پلیٹ فارم نہیں۔ کیا وہاں
مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور مسالک کی بحثیں ہوتی ہیں۔ کیا لیگ کا واحد مقصد
یہ نہیں کہ ہندو اور انگریز دونوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو متحد کر کے ایک بنیان
مرصوص بنائے تاکہ جو طاقت اُن سے ٹکرائے پاش پاش ہو کر رہ جائے۔

کلیم۔ رہنے بھی دیجئے لیگ بھی کوئی جماعت ہے اس میں تو تمام جی حضورئے خان بہادر
اور گورنمنٹ کے خوشامدی بھرے پڑے ہیں۔ ان لوگوں سے آپ کیا توقع کر سکتے
ہیں اور ایسی جماعت کیا کام کر سکتی ہے۔

محمود۔ دیکھئے جسطرح آپ لیگ کے عمائدین پر یہ الزام لگاتے ہیں اسیطرح بہت
سے لوگ آپ کو بھی کفر نواز ہندو پرست اور ہندوؤں کا غلام کہتے ہیں۔ یہ باتیں
بالکل فضول اور خلاف اخلاق ہیں۔ جناب جن صوبوں میں کانگریسی گورنمنٹ ہے؟
کیا وہاں کانگرس کے خوشامدی کو آپ گورنمنٹ کا خوشامدی نہ کہیں گے علاوہ ازیں
یہ بتائیے کہ ابتو آپ کی کانگرس میں بھی کئی ایک سر۔ خان بہادر اور رائے بہادر
موجود ہیں۔ ان کی بابت جناب کی رائے کیا ہے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ مسلم
روساء کے خلاف یہ الزام بہت کچھ درست ہے کہ وہ عیش پرست اور کاہل
ہوتے ہیں قوم کا درد نہیں رکھتے اور ایثار و قربانی کے وقت محلوں کے دروازے

بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں لیکن پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں ہوتیں انہی میں ایسے ایسے خدا کے شیر بھی ہیں۔ جو اپنی لاکھوں اور کروڑوں کی جائداد قوم پر نثار کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ کوئی صحیح مصرف نظر آ جائے ان سب باتوں کے علاوہ اب تو جس دن سے لکھنؤ میں لیگ کا نیا دستور اساسی منظور ہوا ہے اس دن سے یہ اعتراض تو لیگ پر صادق ہی نہیں آتا۔ کہ خوشامدیوں یا روسا کی جماعت ہے۔

کلیم۔ وہ کس طرح۔

محمود۔ اچھا آپ کو معلوم ہی نہیں۔ بھائی جان اب تو ہر بالغ مسلمان مرد و عورت جو دو آنے سالانہ چندہ دے لیگ کا ممبر بن جاتا ہے اور ہر حلقہ کے ممبر جس کسی کو بھی منتخب کر کے لیگ کی انتظامی کونسل میں بھیجیں صرف وہی جا سکتا ہے اس طرح عوام کو اختیار کامل ہے کہ اگر وہ کسی رئیس یا امیر کو کارآمد نہیں سمجھتے تو اسے منتخب ہی نہ کریں۔

کلیم۔ اگر یہ بات ہے تب تو واقعی لیگ نے مسلمانوں کی صحیح نمائندگی کا بند و بست کر لیا ہے۔ مگر پھر بھی کوئی کام تو لیگ نے کر کے دکھایا نہیں۔

محمود۔ کیوں نہیں۔ لیگ کے ممبر ہر جگہ زور شور سے بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ تنظیم کا کام شروع ہو گیا ہے جو بجائے خود بہت بڑا کام ہے انتخابات میں معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں۔ اور لیگ نے ہر جگہ فتح پائی ہے۔ تنظیم مکمل ہو جائے تو پھر آزادی وطن کے لئے قربانیوں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا جائے گا۔

کلیم۔ لیکن لیگ آخر کرے گی کیا اس کا نصب العین اور پروگرام تو کچھ ہے ہی نہیں۔

محمود۔ واہ لیگ کا نصب العین کانگرس کے نصب العین سے بھی زیادہ واضح اور

یقین ہے کانگرسی آزادی کی تعریف تو آج تک گاندھی جی بھی نہ کر سکے مگر لیگ کی آزادی کا مطلب قطعی اور مکمل آزادی ہے۔ البتہ اس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ ہر قدم پر مسلمانوں کے مذہبی اور معاشرتی حقوق و روایات کی نگہداشت اور حفاظت بھی کرتی جائے گی۔ لیگ چونکہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے اور مسلمان غریب مزدور اور کسان ہیں اس لئے لیگ کا تعمیری پروگرام سرمایہ داری کو ختم کرنا مزدوروں اور کسانوں کی آواز کو بلند کرنا ہے

کلیم۔ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر لیگ مکمل آزادی کس طرح حاصل کرے گی اور جب کانگرس کے ساتھ ملنا منظور نہیں تو کیا مسلمان اکیلے ہی حصول آزادی کی جنگ لڑیں گے۔

محمود۔ آپ کو معلوم ہی نہیں۔ لیگ کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ وہ کانگرس سے مل کر کام نہ کرے یا اس سے خواہ مخواہ دشمنی کرنے لگے۔ جہاں تک آزادی وطن کا تعلق ہے لیگ شانہ بشانہ کانگریس کے ساتھ کام کرنے کو طیار ہے اور اس کو ہر ممکن مدد دیگی۔ لیکن جہاں ہندو اپنی فرقہ وارانہ ذہنیت کی وجہ سے کوئی ایسی حرکت کریں گے جس سے مسلمانوں کے مذہب۔ تمدن یا معاشرت کو نقصان پہنچتا ہو۔ وہاں لیگ ان کے مقابلے پر بھی آمادہ ہو جائے گی۔

مختصر بات یہ ہے کہ لیگ کانگرس کے ساتھ مسلمانوں کو بحیثیت ایک جماعت اور حلیف کے شریک کرنا چاہتی ہے یہ نہیں چاہتی کہ وہ انفرادی حیثیت سے یا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں کانگرس سے مل کر اس میں مدغم اور جذب ہو جائیں۔ ان دونوں باتوں میں جو فرق ہے وہ بیوقوف سے بیوقوف آدمی بھی سمجھ سکتا ہے اگر ہم اکیلے اکیلے کانگرس میں شریک ہوں گے تو جذب ہو کر رہ جائیں گے برخلاف اس کے اگر ہم سب مسلمان ایک جماعت کی حیثیت سے شریک ہوں

تو ہماری طاقت کا اثر ہوگا۔ اور ہماری ہر بات سنی جائیگی۔ کیا آپ اس ا
سے اختلاف کرنیکی جرأت کر سکتے ہیں۔

کلیم - ہرگز نہیں۔ یہ تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں یا ایک ایک
آدمی انفرادی حیثیت سے کسی بڑی جماعت میں شریک ہوگا تو اسکی ہس
ی جماعت میں فنا ہو کر رہ جائے گی۔ برخلاف اس کے اگر ایک جماعت د
جماعت سے مل کر کام کرے گی تو اس کی حیثیت ایک حلیف اور معاہد کی
ہوگی۔

محمود - بس تو پھر آپ کیوں مسلم لیگ کی شرکت کے خلاف ہیں۔

کلیم - میں تو اس لئے خلاف ہوں۔ کہ مجھے امید نہیں کہ لیگ کچھ کر سکے گی۔
محض دعوے ہی دعوے ہیں۔ عمل کسی بات پر بھی نہ ہوگا۔ نفرت وقت
ضائع ہو جائیگا۔

محمود - اگر ہر شخص یوہی خیال کرے تو کوئی جماعت ہی وجود میں نہ آئے۔ اگر آ
کو امید نہیں کہ موجودہ کارکن کچھ کریں گے تو آپ خود تشریف لائیے
اور کام کیجئے۔ آخر آپ پر بھی تو قوم اور اسلام کی طرف سے کوئی فرض عائد
ہوتا ہے۔

کلیم - یہ سب کچھ درست لیکن سابقہ واقعات کو دیکھتے ہوئے مجھے تو یقین ہی نہ
آتا۔ کہ مسلمانوں کی کوئی جماعت بھی کام کر سکے خلافت کمیٹی ہی کو لے لیجئے
اس نے کیا کر لیا تھا۔

محمود - اف یہ آپ نے کیا ذکر چھیڑ دیا۔ ایک تیر میرے سینے پر مار اگر ہائے
ہائے۔ بندہ نواز خلافت کمیٹی نے تو وہ کچھ کیا جو کوئی دوسری جماعت
بچاس برس میں بھی نہ کر سکتی تھی۔ ہندوستان کے ایک سرے سے دو

تک گوشہ گوشہ اور گاؤں گاؤں میں خلافت کمیٹیاں بن گئی تھیں اور ان
کا نظام اس قدر مکمل اور جوشِ عمل سے بھرا ہوا تھا۔ کہ خود گورنمنٹ
تک لرزنے لگی تھی۔ لیکن یہ بھی برادران وطن ... کی مہربانی تھی کہ جس
سرعت سے وہ نظام قائم ہوا تھا۔ اسی سرعت سے درہم برہم ہو کے
رہ ہو گیا۔

ہم - یہ تو آپ بڑی ہٹ دھرمی کرتے ہیں۔ ہر بات کا الزام غریب برادران
وطن کے ہی سر تھوپ دیتے ہیں خود اپنی خامیوں اور کمزوریوں کا اعتراف
نہیں کرتے۔

ود - مجھے مسلمانوں کی ہر خامی اور کمزوری کا پورا احساس اور اعتراف ہے
لیکن باوجود اس کے میں حقائق کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ میری
رائے میں تو اب بھی دنیا کو ٹھکرا کر دین پر مٹ جانے کا جو جذبہ اور جوش
میری قوم میں موجود ہے دنیا کی کسی قوم میں موجود نہیں۔
غالباً اس بات سے تو آپ کو انکار نہ ہوگا کہ جنگ عظیم کے خاتمہ پر جب اتحادیوں
نے ترکی سلطنت کے حصے بخرے کرنے چاہے تو تمام ہندوستان کے مسلمان
بلالحاظ عقائد و مسالک خلافت کمیٹی کی شکل میں اس سرعت سے منظم ہو گئے
کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔

- ہاں یہ تو میں بھی مانتا ہوں۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا۔

ود - سنئے میں وہی بتا رہا ہوں۔ یہ ۱۹۱۹ء کا ذکر ہے اس وقت تک کانگریس
کو پبلک میں کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ کانگریسی تحریک صرف تعلیمیافتہ
ہندوؤں اور لیڈروں تک محدود تھی۔ کانگریسی لیڈروں نے ایڑی
سے چوٹی تک کا زور لگا لیا تھا کہ کسی طرح ہندو پبلک کو گورنمنٹ کے

خلاف میدان میں لائیں لیکن ہندو عوام سکتے کہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ
سکے۔ اب جو ہندو لیڈروں نے دیکھا کہ مسلمان سر ہتھیلیوں پر رکھ کر
میدان جنگ میں کود پڑے ہیں اور اس شان سے کودے ہیں کہ اگر
گورنمنٹ سے بھی ٹکرا گئے تو ایک دفعہ تو بخیے اُدھیڑ کر رکھ دیں گے
اس لئے انہیں خوف ہوا کہ اگر ہندو پبلک یونہی جامد و ساکت رہی
اور مسلمانوں نے تنہا جنگ شروع کر دی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندو
مردے کے مردہ ہی رہیں گے اور مسلمانوں میں حیات و بیداری پیدا ہو
گی۔ چنانچہ انہوں نے تجویز کی کہ مسلمانوں کے اس جوش سے فائدہ
اٹھائیں۔ اور ان کی مدد سے ہندوؤں میں جوش و بیداری اور
قوت عمل پیدا کریں۔ اس پر گاندھی جی اور دیگر ہندو قائدین نے
علی برادران اور دوسرے مسلم زعماء سے درخواست کی کہ وہ مسلمانوں
کو لے کر کانگریس میں شریک ہو جائیں تو خلافت کمیٹی اور کانگریس
دونوں مل کر ترکی کی تائید میں ایجی ٹیشن کریں گے۔ درخواست چونکہ
بظاہر بالکل معقول تھی۔ بلا چون وچرا منظور کر لی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ ۱۹۱۹ء میں مسلمان پبلک جوق در جوق کانگریس میں شریک ہو گئی
اور فوراً عدم تعاون کی تحریک شروع کر دی گئی۔ مسلمانوں کو دیکھ کر
ہندو عوام بھی ان کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اور جدوجہد میں حصہ لینے
لگے غالباً یہاں تک جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس سے آپ کو اختلاف
نہ ہوگا۔

کلیم۔ جی نہیں! آگے بیان فرمائیے۔

محمود۔ اس ہندو مسلم اتحاد اور مشترکہ جدوجہد کا ترکی کے متعلق اتحادیوں کے

فیصلہ پر کچھ اثر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ خود ہندوستان کے مسلمانوں پر تو اس
بات کا یہ مہلک اثر ہوا۔ کہ ان کی تمام جانبازیوں اور سرفروشیوں کا
ثمرہ خلافت کمیٹی کے بجائے صرف کانگریس کے سر بندھا۔

کلیم۔ وہ کس طرح۔

محمود۔ وہ اس طرح کہ ہندوؤں کے ہاتھ میں پریس تھا اور ان کی نیت بخیر نہ تھی
اس لئے انہوں نے ساری دنیا میں یہی پروپیگنڈا کیا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے
صرف کانگریس اور ہندوؤں کی طاقت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ چنانچہ دنیا
کا ہر ملک حتیٰ کہ خود انگلستان کی پبلک بھی یہی سمجھنے لگی۔ اس کا نتیجہ
یہ نکلا کہ دنیا صرف کانگریس اور ہندوؤں سے روشناس ہو سکی خلافت
کمیٹی کو کسی کا نام بھی معلوم نہ ہوا۔ اب سنئے کہ اس ایجی ٹیشن کے بعد
گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے جو اصلاحات عطا کی گئیں اور حقوق
ملے ان میں ہندوؤں کی کوشش ہمیشہ یہی رہی کہ مسلمانوں کو کچھ نہ
مل سکے اور ہر شے ہندو ہی کے پیٹ میں چلی جائے۔
ہندوؤں کی اس خودغرضی اور نفس پرستی کا اثر یہ ہوا کہ مسلم لیڈر اُن
سے بدظن ہو گئے اور وہی عظیم الشان ہستیاں جو گاندھی کو باپو کہنے میں
بھی باک نہ کرتی تھیں اور اس کے ہر اشارۂ ابرو پر سر تسلیم خم کر دیا کرتی
تھیں کانگریس سے الگ ہو گئیں۔ میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ
کیا مولانا محمد علی مرحوم۔ مولانا حسرت موہانی اور مسٹر محمد علی جناح سے
بھی زیادہ کوئی کانگریس کا سچا خادم مسلمانوں میں ہوا ہے یا آج کوئی
ایسا مسلمان موجود ہے جو پالٹیکس کو ان لوگوں سے بہتر سمجھتا ہو یا ہندوؤں
اور کانگریس کی عیاریوں کو ان سے زیادہ جانتا ہو۔

کلیم ۔ نہیں کوئی نہیں۔

محمود ۔ بس تو جب یہ لوگ تجربہ اور مشاہدہ کے بعد کانگریس کی اس قدر عظیم بالشان خدمات کرنے کے باوجود اس سے الگ ہونے پر مجبور ہو گئے تو آخر کوئی تو وجہ موجود ہوگی۔

کلیم ۔ ضرور ہوگی۔

محمود ۔ وجہ صرف یہی ہے کہ ہندو اپنی اسی ذہنیت کے سبب سے جس کا بیان میں مفصل کر چکا ہوں یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ ملے انہی کو ملے۔ ان کی حیثیت برہمنوں اور مہاراجوں کی سی رہے اور ہندوستان کی باقی قومیں وہی اچھوتوں کی طرح اُن کی خدمت کیا کریں مگر مسلمانوں کی عزت اس کو کب گوارا کر سکتی ہے۔ مسلمان جب دوسروں کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کرتا ہے تو وہ کب برداشت کر سکتا ہے کہ دوسرے اس کے ساتھ غلاموں کا سا برتاؤ کریں۔

اگر مسلم لیڈر عدم تعاون کی تحریک میں ...... خود آگے رہتے اور گاندھی کے چیلوں اور مقلدوں کی سی حیثیت اختیار نہ کر لیتے تو دنیا بجائے ہندوؤں کے مسلمانوں کے نام سے روشناس ہوتی۔ اور خود مسلمانوں میں بھی اعتماد پیدا ہوتا کہ ہم مردہ نہیں بلکہ زندہ قوم ہیں اگر یہ ہوتا تو آج حالات بالکل مختلف ہوتے۔ اور کانگریس کو یہ عروج نصیب ہی نہ ہوتا۔ جس نظام اور تنظیم کی مسلمانوں کو اسقدر ضرورت ہے اور جس کی تکمیل کو آپ ناممکن سمجھ رہے ہیں۔ وہ اصل میں بن چکا تھا اور مکمل ہو گیا تھا۔ صرف کانگریس کی تقلید اور شرکت نے اس کو تباہ کر دیا لیکن تعجب تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی آپ

بھاری غلطی کے اعادہ پر مصر ہیں اور پھر کانگریس میں شریک ہونا چاہتے ہیں یہ ہمارے مسلم لیڈروں کی ایک انتہا تباہ کن غلطی تھی جس کا ازالہ شاید صدیوں تک نہ ہو سکے۔ آپ کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ کانگریس مختلف ہندی اقوام کی مشترکہ جماعت نہیں بلکہ صرف ہندوؤں کی جماعت ہے اس لئے وہ کسی کے ساتھ مساویانہ یا برادرانہ سلوک کرے گی۔

کلیم ۔ یہ بات تو آپ واقعہ کے بالکل خلاف کہہ رہے ہیں ساری دنیا جانتی ہے کہ کانگریس میں ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ شریک ہیں۔

محمود ۔ جی ہاں شریک تو ہیں لیکن وہ سب اقلیتوں میں ہیں اکثریت ہندوؤں کی ہے اور چونکہ کانگریس کا نظام بھی پارلیمنٹری قسم کا ہے اس لئے سب کچھ اکثریت یعنی ہندوؤں کی مرضی و منشا کے مطابق ہوتا ہے۔

کلیم ۔ یہ تو محض ہماری غلطی اور ہمارا قصور ہے اگر آپ کو یہ شکایت ہے تو آپ کیوں نہیں یہ تعداد کثیر شریک ہو کر اس پر قبضہ کر لیتے۔ اگر مسلمان کانگریس میں ہندوؤں سے زیادہ تعداد میں شریک ہو جائیں تو پھر جو کچھ ہوگا وہ مسلمان کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہوگا۔

محمود ۔ واہ کیا بچوں کی سی بات کہدی۔ جان برادر اگر پورے آٹھ کروڑ مسلمان بھی کانگریس میں شریک ہو جائیں تو بھی کیا ہوتا ہے۔ ہندو نو کروڑ شامل ہو جائیں گے اور اکثریت پھر انہی کی رہے گی۔ کیا آپ ہندوؤں کو اسقدر بیوقوف سمجھتے ہیں کہ ایک بنی بنائی جماعت کو یوں آپ کے حوالے کر دیں گے یہ بالکل طفلانہ دلیل ہے

کلیم ۔ یہ تو آپ نے بجا فرمایا۔ میں نے واقعات کو اس نظر سے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ لیکن اب آپ یہ بتائیں کہ آخر مسلم لیگ کچھ کام کیوں نہیں کرتی

محمود ۔ عرض تو کیا مسلم لیگ کی تنظیم کیجا رہی ہے اور یہ بجائے خود ایک اہم کام ہے۔ تنظیم مکمل ہو جائے تو کام خود بخود شروع ہو جائے گا۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ جہاں مسلمانوں کی کوئی جماعت خالص اسلامی تنظیم کا خیال لے کر

اٹھی اور کانگریسی مسلمانوں نے غل مچانا شروع کیا کہ دیکھنا! یہ غدار ہیں۔ ٹوڈی ہیں۔ خوشامدی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے اس نئی جماعت کی ساری قوت ان برادران یوسف کے مقابلہ میں ہی میں صرف ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل نہیں کر سکتی۔

بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ کانگریسی مسلمان ہندوؤں کی طرف سے بالکل وہی کام کر رہے ہیں جو انگریزوں کے خوشامدی اور جی حضوریے خطاب دار ان کی طرف سے کیا کرتے تھے۔ مگر میرا یہ خیال نہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ اپنی دانست میں جو کچھ بجا اور درست اور ملت اسلامیہ کے لئے مفید و سود مند سمجھتے ہیں وہی کرتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ان لوگوں کی وجہ سے ملت مرحومہ میں افتراق و انشقاق پیدا ہوتا ہے جو کسی طرح بھی قابل ستائش نہیں۔

کیا بتاؤں۔ مسلمانوں میں باہمی مخالفت اور خانہ جنگی کچھ اسطرح گھر کر گئی ہے کہ کسیطرح ختم ہونے ہی کو نہیں آتی حالانکہ خدا اور رسول نے اسی چیز کو مسلمانوں کی تباہی کا سب سے بڑا سبب بتایا ہے افسوس تو یہ ہے کہ ہم برادران وطن سے بھی سبق نہیں لیتے۔ کیا ہندوؤں میں کانگریس کے علاوہ اور کوئی جماعت ہی نہیں۔ لیکن آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ کسی کانگریسی لیڈر یا اخبار نے ایک لفظ بھی کسی کے خلاف کہا یا لکھا ہو۔ ہندو مہا سبھا کی فرقہ دارانہ جڑ بنیاد اور اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں لیکن آپ نے کبھی سنا کہ گاندھی۔ نہرو یا کسی اور کانگریسی نے ایک لفظ بھی اس کے خلاف زبان سے نکالا ہو۔ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ نام نہاد کانگریسی وطن پرستی کا سارا درد صرف کانگریسی مسلمانوں ہی کے سینوں

میں کہاں سے آ گیا ہے کہ ہندو فرقہ دارانہ جماعتوں اور تحریکوں کے خلاف تو ان کی زبانیں اور قلم بھی سن ہو جاتے ہیں لیکن جہاں کوئی اسلامی جماعت مسلمانوں کی تنظیم و اتحاد کا مقصد لیکر آگے بڑھتی ہے تو اس کو کچلنے اور تباہ کرنے کے لئے یہ وطن پرست مسلمان پوری طاقت سے آمادہ پیکار ہو جاتے ہیں۔

کلیم۔ آپ بالکل بجا فرما رہے ہیں۔ خود میری بھی یہی رائے ہے کہ جسطرح کانگریس ہندو مہا سبھا یا دوسری فرقہ دارانہ جماعتوں سے مخالفت کئے بغیر اپنے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اسیطرح کانگریسی مسلمانوں کو بھی دوسری مسلم جماعتوں سے جھگڑے بغیر صرف اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے۔ بلکہ میں تو یہانتک کہتا ہوں کہ کانگریسی مسلمانوں کو کانگریس میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے خیال سے شریک ہونا چاہیے نہ کہ صرف ہندو لیڈروں کی ہاں میں ہاں ملانے اور ان کے احکام بجالانے کے لئے۔

محمود۔ جزاک اللہ۔ یہی میرا مدعا ہے۔ اب آپ تیسری وجہ بیان فرمائیے۔

کلیم۔ تیسری وجہ کا کوئی جواب آپ نہ دے سکیں گے اور بہر حال آپ کو مجھ سے متفق ہونا ہی پڑے گا۔

محمود۔ آخر فرمائیے تو سہی۔ بات اگر معقول اور مسلمانوں کے لئے واقعی مفید ہو تو نہ ماننا ایک مسلمان کا کام نہیں۔ میں ضرور مان لوں گا۔

کلیم۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ انگریزوں کی اس عالمگیر طاقت کا راز ہندوستان اور صرف ہندوستان ہی میں مضمر ہے۔

محمود۔ جی ہاں میں تسلیم کرتا ہوں۔

کلیم۔ بس تو آپ کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہندوستان کی خود مختاری اور آزادی

سے انگریز کی یہ عالمگیر طاقت بالکل فنا ہو جائے گی اب چونکہ اسلامی سلطنتوں مثلاً افغانستان - ایران - عراق - عرب - ترکی اور مصر کو صرف انگریزی طاقت ہی نے کمزور اور مفلوج بنا رکھا ہے۔ اس لئے اس کو زوال پہنچتے ہی یہ سب ممالک زندہ اور طاقتور ہو جائیں گے اس سے جو کچھ فائدہ عالم اسلام کو پہنچے گا وہ ظاہر ہے میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اسلامی ممالک کو زندہ اور طاقتور بنانے کے لئے اگر ہندوستان کے پورے آٹھ کروڑ مسلمان بھی فنا ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ علاوہ ازیں خود ہندوستان کے مسلمانوں کو اس سے جو نفع ہوگا اس کا تو اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا غالباً آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

محمود۔ جی نہیں میں تو کچھ بھی نہیں سمجھا آپ بیان فرمائیں۔

کلیم۔ یہ تو صاف سی بات ہے اگر اسلامی سلطنتیں مضبوط ہو گئیں تو ہندوؤں کی یہ مجال ہو گی کہ وہ ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔

محمود۔ آخر کیوں۔

کلیم۔ اس لئے کہ اگر اس وقت ہندوؤں نے کوئی حرکت ہمارے خلاف کی تو وہ اپنے آپ کو انہی اسلامی سلطنتوں کی توپوں اور سنگینوں سے دوچار پائیں گے۔

محمود۔ استغفر اللہ۔ آپ کی بھی وہی مثل ہے کہ میں مرد نہیں میرا بھائی مرد ہے۔ یا تو وہ دعوے کہ ہم آٹھ کروڑ بھی ان پچیس کروڑ کو کچل کر رکھ دیں گے یا یہ حالت کہ اپنی زندگی کی ضمانت بھی ممالک اسلامیہ کی توپوں اور سنگینوں میں تلاش کی جاتی ہے کانگرسی ہو کر بھی غلامی کی بو آپ کے دماغ سے نہ گئی۔

سے جنابِ من ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ خود اپنی تنظیم اور اتحاد مکمل کر کے مادر وطن کو آزادی دلوایئے اور اس قابل ہو جایئے کہ ہندو یا اور کوئی قوم آپ کو تباہ کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکے لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ہم ہندوؤں کے سپاہی بن کر پہلے تو انہیں ہندوستان کا مالک بنا دیں پھر اگر وہ ہم کو کمزور دیکھ کر مٹانے پر آمادہ ہوں تو دول اسلامیہ کی دہائی دیں کہ دیکھنا برادران اسلام - یہ ہندو ہمیں مارے ڈالتے ہیں۔ برادرم ایسے کم ہمتوں کو تو سگے بھائی بھی مدد نہیں دیتے اور سگے بھائی تو کیا خود اللہ تعالیٰ بھی منہ نہیں لگاتا۔ کیونکہ وہ تو قرآن پاک میں صاف صاف فرما چکا ہے کہ جو قوم خود اپنی حالت نہیں بدلتی ہم اس کی حالت کو ہرگز نہ بدلیں گے۔

یہ تو تھا ایک الزامی سا جواب۔ اب اجازت ہو تو اصل دلیل کا جواب بھی عرض کر دوں۔

کلیم۔ ضرور۔ وہی تو میں سننا بھی چاہتا ہوں۔

محمود۔ میں تو پھر یہی کہوں گا کہ یہ سب کچھ شاعری ہے محض شاعری۔ اصل میں بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہر نام نہاد شاعر۔ ادیب اور مولوی جو خرچ سے تنگ ہوتا ہے وہ لیڈری کا پیشہ اختیار کر لیتا ہے۔ خواہ سیاسیات کی الف بے تے سے بھی واقف نہ ہو۔ ایسے لیڈروں کی تقریروں اور تحریروں میں حقائق و معارف اور دلائل و براہین کا تو پتہ بھی نہیں ہوتا صرف شاعرانہ چٹکلے الف لیلیٰ کی حکایتیں اور بوستان خیال کے قصے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ نہ تاریخ اور فلسفہ تاریخ جانتے ہیں نہ جغرافیہ۔ نہ سیاسیات و اقتصادیات سے واقف ہوتے ہیں نہ

نفسیات و حربیات سے۔ جو منہ میں آیا کہہ دیا مسلمان پبلک چونکہ بے حد جاہل ہے اور جہلا ایسی ہیجانی اور رومانی باتوں سے بہت جلد متاثر ہوجاتے ہیں وہ بغیر سوچے سمجھے حضرت .... فلاں .... زندہ باد کے نعرے لگانے لگتے ہیں اور لیڈر صاحب سمجھتے ہیں کہ بس اب جو میرے ہے وہ راجہ کے نہیں۔ یہی حقیقت آپ کی اس دلیل کی بھی ہے۔

کلیم۔ آخر آپ کوئی دلیل بھی دیں گے یا خواہ مخواہ ہی مجھ پر رعب ڈالنا چاہتے ہیں

محمود۔ میاں یہ تو واقعات پر مبنی باتیں ہیں ان کے لئے دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب آپ جو سمجھتے ہیں کہ انگریزوں کو زوال ہوتے ہی دول اسلامیہ اس قدر طاقتور ہوجائیں گی کہ آپکے لئے دنیا سے لڑتی پھریں گی یہ سب جہالت کی وجہ سے ہے۔ کیا آپ یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ یورپ میں صرف انگریز ہی بستے ہیں اور کوئی طاقت موجود ہی نہیں۔ بالفرض اگر انگریزوں کی طاقت بالکل ہی فنا ہوجائے تب بھی فرانس۔ روس۔ جرمنی اور اٹلی تو کہیں نہیں مرجائیں گے بلکہ انگریزوں کے زوال کا الٹا نتیجہ یہ نکلے گا یہ چاروں سلطنتیں پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہوجائیں گی۔ اب تو انگریز محض اپنے فائدے کی غرض سے ان عیسائی سلطنتوں کو ممالک اسلامیہ پر قبضہ نہیں کرنے دیتے مگر جب انگریز موجود ہی نہ ہوں گے تو پھر کون ہے جو ان طاقتوں کو دول اسلامیہ پر چڑھائی اور قبضہ کرنے سے روک سکیگا۔

مثلاً اٹلی کی برسوں سے یہ آرزو ہے کہ ترکی مصر یمن اور عرب کو ہڑپ کرجائے یا روس مدت العمر سے یہ چاہتا ہے کہ ترکی ایران اور افغانستان

کو ہضم کر بیٹھے۔ لیکن انگریز محض اپنے فائدے اور بچاؤ کی غرض سے ان کو ایسا نہیں کرنے دیتے کیونکہ ان اسلامی ممالک پر کسی طاقتور سلطنت کا قبضہ ہونے سے خود ہندوستان کے لالے پڑ جاتے ہیں اور انگلستان سے ہندوستان آنے کا راستہ ہی بند ہوجاتا ہے جس کو انگریز مرتے دم تک بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ جب انگریز ہی نہ ہیں گے تو اٹلی اور روس کو ان کے خبیث ارادوں سے کون روک سکیگا کیا کانگریسی مسلمان ہندوستان سے ڈنڈے لے کر جائیں گے۔

کلیم۔ واہ تو کیا اسلامی سلطنتیں بالکل ہی حلوہ ہیں کہ جس کا جی چاہے گا وہ چٹ کرجائیگا میرے خیال میں تو اگر دول اسلامیہ متحد ہوجائیں تو ساری دنیا کو کافی ہیں۔

محمود۔ توبہ توبہ کیجئے۔ آپ کے دماغ میں معلوم ہوتا ہے وہی دقیانوسی شہنشاہ روم کے افسانے بھرے ہوئے ہیں۔ جناب عالی حقیقت تو یہ ہے کہ آج تمام اسلامی سلطنتیں متحد ہوکر بھی یورپ کی کسی ایک سلطنت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ متحدہ یورپ کا ذکر ہی کیا۔

کلیم۔ آخر کیوں۔

محمود۔ اس لئے کہ موجودہ زمانے کی لڑائیوں میں صرف سپاہیوں کی کثرت تعداد کوئی کام نہیں دیتی۔ وہ دن گئے جب صرف تلوار اور نیزہ یا جسمانی طاقت اور بہادری لڑائی کا فیصلہ کردیا کرتی تھی۔ آج تو جس سلطنت کے پاس ہوائی اور آبی جہازوں کے بیڑے۔ قسم قسم کی توپیں۔ مشین گنیں۔ موٹر ٹرانسپورٹ۔ ٹینک۔ آرمرڈ کاریں۔ بم۔ گیس برسانے کی مشینیں۔ تارپیڈو آبدوزیں۔ اور ان تمام چیزوں سے بچاؤ کرنے کے سامان اور آلات

موجود نہوں وہ سلطنت ایکدن بھی لڑائی میں نہیں ٹھیر سکتی۔ اٹلی کے سامنے ابی سینا کے حبشیوں کی بہادری اور جاپان کے آگے چینیوں کی کثرت تعداد محض انہی چیزوں کی وجہ سے بیکار ثابت ہوئی۔

علاوہ ازیں اگر کسی سلطنت کے پاس یہ تمام چیزیں موجود بھی ہوں لیکن ان کو بنانے کے کارخانے نہ ہوں تب بھی وہ سلطنت لڑائی میں فتح نہیں پاسکتی۔ کیونکہ موجودہ ذخائر ختم ہوجانے کے بعد وہ مجبور اور معذور ہوجاتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اسلامی سلطنتوں کے پاس نہ تو یہ تمام چیزیں کافی تعداد اور مقدار میں موجود ہیں نہ ان چیزوں کو ڈھالنے اور بنانے کے کارخانے ہیں۔ اس لئے یاد رکھیے کہ وہ فرانس۔ روس۔ جرمنی یا اٹلی میں سے کسی ایک طاقت کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

یہ ہیں حقیقی واقعات۔ صرف باتیں بنادینے۔ شعر پڑھ لینے۔ اور لیلیٰ مجنوں کے قصہ بیان کردینے سے یہ واقعات بدل نہیں سکتے۔

کلیم۔ آج تو آپ نے میری آنکھیں کھولدیں میں نے تو تصویر کے اس رخ پر کبھی غور ہی نہ کیا تھا۔ لیکن حیرانی تو یہ ہے کہ آپ کی اس تمام تقریر سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ اس قدر عجیب اور مایوس کن ہے کہ کوئی غیرمند ہندوستانی خصوصاً مسلمان تو اسے ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔

محمود۔ وہ کیا۔

کلیم۔ آپ کی ساری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ انگریزوں کی طاقت۔ صرف ہندوستانی مسلمانوں بلکہ خود اسلامی سلطنتوں کے لئے پشتیبانی کا کام دے رہی ہے۔ اس لئے ہمیں اس طاقت کو مٹانے کی ہرگز کوئی

کوشش نہیں کرنی چاہیئے یا بالفاظ دیگر ہم کو حصول آزادی کا خیال ہی ترک کردینا چاہیئے۔

محمود۔ واہ یہ نتیجہ آپ نے کہاں سے نکال لیا۔ نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ حصول آزادی کی ہر کوشش کے ساتھ ساتھ ہمیں اس قدر طاقت در بننے کی سعی بھی کرنی چاہیئے کہ جس وقت ہندوستان کو مکمل آزادی ملے اسوقت ہم پوری طاقت سے ہر اس داخلی اور خارجی دشمن کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوں جو ہمیں نقصان پہنچانا چاہے۔ اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہو کہ خود ہندوؤں کی پالیسی بھی یہی ہے۔

کلیم۔ وہ کیونکر۔

محمود۔ وہ اس طرح کہ خود ہندو اور کانگرس والے بھی تو یہ نہیں چاہتے۔ کہ انگریز آج ہی یہاں سے نکل جائیں۔ بلکہ ان کا دلی منشا اور مقصد یہ ہے کہ انگریز اس وقت ہندوستان سے رخصت ہوں جبکہ ہندوؤں میں ہر داخلی اور خارجی دشمن کے مقابلہ کی طاقت پیدا ہوچکی ہو۔

کلیم۔ اس بات کو ذرا صاف صاف بیان فرمائیے میں سمجھا نہیں۔

محمود۔ سنئے۔ آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر انگریز آج ہندوستان کو اسکی موجودہ حالت میں چھوڑ کر چلے جائیں تو کیا ہو۔

کلیم۔ یہی کہ ہندو مسلمان ایک دوسرے کا خون بہانے لگیں۔

محمود۔ فرض کیا کہ ہندو مسلمان بالکل متحد ہوکر بھائی بھائیوں کی طرح رہیں تو اس صورت میں بھی ہندوستان کو کوئی خطرہ ہے یا نہیں۔

کلیم۔ بالکل نہیں پھر کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔

محمود۔ واہ آپ کو غور کرنے کی عادت ہی نہیں۔ یونہی ظاہری حالات کو دیکھ کر جو جی چاہتا ہے کہدیتے ہیں۔ فرض کیجئے آج انگریز ہم کو ہماری موجودہ

حالت میں چھوڑ کر چلدیں اور روس یا بہ گمان غالب جاپان ہمپر حم
تو کیا آپ اس کا مقابلہ کر سکیں گے۔

کلیم۔ ہرگز نہیں۔ موجودہ حالت میں تو ہم کسی کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں

محمود۔ کیوں۔

کلیم۔ اسی لئے کہ ہمارے پاس نہ ہوائی اور آبی جہازوں کے بیڑے ہیں
توپیں اور مشین گنیں اور دوسرے ضروری سامان ہیں نہ ان چیزوں
بنانے کے کارخانے ہیں۔ پھر ہم کسی دشمن کا مقابلہ کس طرح کر
ہیں۔

محمود۔ تو پھر یہ بات جو آپ کی اور میری سمجھ میں آگئی کیا وطن پرست
لیڈروں مثلاً گاندھی جی اور پنڈت نہرو کی سمجھ میں نہ آئی ہو

کلیم۔ کیوں نہ آئی ہوگی۔

محمود۔ بس تو پھر وہ کسطرح یہ خواہش کرسکتے ہیں کہ انگریز آج ہی یہاں
بوریہ بستر باندھ کر روانہ ہو جائیں۔

کلیم۔ یقیناً نہیں کرسکتے۔ کیونکہ انگریزوں نے تو ہمنے بہت کچھ لے لیا ہے او
آئندہ سب کچھ ملنے کی امید ہے لیکن اگر کوئی دوسری طاقت ہندوستا
پر قابض ہو جائے تو نئے سرے سے بسم اللہ ہوگی۔

محمود۔ تو پھر یہ سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی یہ لوگ جو دن رات
آزادی اور سوراج کے نعرے لگاتے ہیں۔ ایجی ٹیشن کرتے ہیں
جیلخانے جاتے ہیں۔ گولیاں کھاتے ہیں تو کیا یہ سب محض دنیا
دکھاوے کے لئے دھوکا اور فریب ہی ہے۔

کلیم۔ جی نہیں دھوکا اور فریب تو ہو نہیں سکتا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم

یہ منعقد کیا ہے۔۔

د۔ میں آپکو بتاتا ہوں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اس میں مطلق شک نہیں
کہ یہ سب باتیں محض خلوص اور سچے دل سے آزادی حاصل کرنے کے
لئے کیجاتی ہیں۔ لیکن اس آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انگریزوں
کو آج ہی یہاں سے نکالدیا جائے۔ بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ بلا تشدد
آئینی ایجی ٹیشن کے ذریعہ رفتہ رفتہ ہندوستان کی مکمل حکومت انگریزوں
سے حاصل کیجائے۔ لیکن اس حکومت کے قیام و بقا کے لئے برطانوی افواج
اور برطانوی طاقت کو اس وقت تک ہندوستان میں مہمان رکھا جائے
جب تک وہ حکومت خود اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔
جب یہ حکومت کافی فوجیں کھڑی کرلے۔ ہوائی اور آبی بیڑے
بنالے اور سامان حرب وغیرہ بنانے کے کارخانے کھول لے اس وقت
انگریزوں سے کہے کہ شکریہ اب آپ تشریف لیجائیں۔ آئندہ ہم آپ
کے وفادار دوست اور برٹش ایمپائر کا ایک حصہ بن کر رہیں گے
اگر کبھی ضرورت پڑے تو آپ ہماری مدد کیجئے گا۔ اور ہم آپ کی
مدد کریں گے۔ یہ ہے وہ کامل آزادی جسکا ڈھنڈورہ کانگرس
والے ہر وقت پیٹا کرتے ہیں۔

م۔ صحیح ہے لیکن غور کیا جائے تو اس کے سوائے اور کوئی چارہ کار
بھی تو نہیں۔ اور جب کوئی چارہ نہیں تو پھر اس میں ہرج ہی کیا ہے

ود۔ واہ ہرج کیوں نہیں۔ اگر کانگرس والے اور دوسرے ہندو مسلمانوں
کے ساتھ دوستانہ اور برابر کا سلوک کرکے ان کا اعتماد حاصل کرلیں
تو دونوں کے اتحاد۔ اور مشترکہ طاقت سے حصول آزادی چندروز

کی بات رہجائے گی۔ لیکن اگر انہوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی جیسا کہ وہ اب تک کرتے رہے ہیں۔ تو صدیاں گزر جائیں گی اور عروس آزادی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

کلیم۔ بھلا وہ کیا دھوکا دیتے ہیں۔

محمود۔ میں سب کچھ آپ کو بتا چکا ہوں۔ آپ اگر غور کریں تو صاف طور پر سمجھ میں آجائے۔ ہندو ہر لحاظ سے ہر وقت اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ رفتہ رفتہ جو اقتدار انگریزوں سے منتقل ہوکر ہندوستانیوں کو ملے اس سے سوائے ہندوؤں کے اور کوئی قوم فائدہ نہ اٹھا سکے۔ فرقہ وارانہ معیار تناسب۔ جداگانہ نیابت و انتخاب اور مسلمانوں کی تنظیم و ترقی کی تمام تحریکوں کی مخالفت محض اسی لئے کیجاتی ہے کہ جس وقت انتقال حکومت کی تکمیل ہو اس وقت مسلمان نااتفاقی جہالت۔ کمزوری اور غربت کی وجہ سے کوئی حصہ لینے کے قابل نہ ہوں اور ہندوؤں کی رعایا بن کر رہ سکیں۔ اگر ہندوؤں کے اس خواب کی تعبیر حسب منشا مل گئی تو آپ کا کیا حشر ہوگا؟ اس کا جواب ہندوستان کا ہر چمار۔ بھنگی۔ اور اچھوت دے رہا ہے۔ غالباً اب ساری حقیقت آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی۔

کلیم۔ شکریہ واقعی سیاسی حالات کی اصلیت مجھے آج معلوم ہوئی ہے۔ مگر اب میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اندریں حالات مسلمانوں کے لئے صحیح پالیسی کیا ہے۔

محمود۔ صحیح پالیسی وہی ہے جو ان کے آقا۔ مالک اور مولا نے اپنی

پاک کتاب یعنی قرآن میں کھول کھول کر پہلے ہی بیان کردی ہے

کلیم۔ یہ لیجئے۔

محمود۔ یعنی یہ ہے کہ وہ تمام اختلافات کو دور کرکے ہر لحاظ سے متحد ہوجائیں اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں۔

کلیم۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ یہی بات ممکن نہیں۔

محمود۔ کیوں ممکن نہیں۔ مسلمانوں کے باہمی اختلافات اس قدر فروعی ہیں کہ ان پر زور دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب سارے فرقے ایک خدا ایک رسول اور ایک کتاب کو مانتے ہیں۔ تو باہمی مخاصمت کیا باقی رہ جاتی ہے۔

کلیم۔ یہی شیعہ، سنی، حنفی، وہابی وغیرہ کا سوال۔ کوئی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے۔ کوئی سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے کوئی زیر ناف کوئی رفع یدین کرتا ہے اور آمین بالجہر کہتا ہے کوئی نہیں کہتا۔

محمود۔ بس تو اس کا علاج یہی ہے کہ ان معمولی نزاعات کیوجہ سے ایک دوسرے کو برا کہنا اور نفرت کرنا چھوڑ دیا جائے۔ اور سب مسلمان مسجدوں اور ایک سیاسی پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیں۔

کلیم۔ وہ کس طرح۔

محمود۔ اس طرح کہ اب جو ہر فرقہ نے اپنی اپنی الگ مسجدیں بنالی ہیں اور ایک دوسرے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں اس بات کو اڑا دیں۔ ہر مسجد ہر ایک عقیدے کے مسلمان پر کھلی ہوئی ہو۔ سب مسلمان اپنے اپنے طریقے کے مطابق نماز پڑھیں

مگر پڑھیں ایک ہی صف میں اور ایک ہی امام کے پیچھے۔

کلیم۔ مگر ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنا ہی تو مشکل ہے ہر شخص اپنے اپنے عقیدے کے آدمی کو امام بنانا چاہتا ہے۔

محمود۔ میاں یہ تو بہت ہی معمولی بات ہے کسی نیک اور پارسا کو چن کر امام بنا لو۔ کیا اپنی قوم کو تباہی اور موت سے بچانے کے لئے مسلمان اب اتنی قربانی بھی نہیں کر سکتا کہ ایسے مومن کے پیچھے نماز پڑھے جو چند فروعی باتوں میں اس سے مختلف عقیدہ رکھتا ہے۔ اگر واقعی مسلمانوں میں اب اس قدر تنگ نظری پیدا ہو چکی ہے تو یاد رکھئے کہ ان کی موت کا وقت بھی قریب آگیا ہے۔ برادرم اگر ہم آج ان مساجد کی تفریق و امتیازات کو اڑا دیں اور مسجدیں ایک ہو جائیں تو یاد رکھئے باقی اختلافات کے سر بفلک پہاڑ دھواں بن کر اڑ جائیں گے۔ اور اتحاد کا حقیقی راستہ سامنے آجائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ سیاسی حیثیت سے سب مسلمان ایک ہی سیاسی پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں۔ اور اس کے لئے مسلم لیگ سے بہتر جماعت نہیں یہ مسلمانوں کی سب سے پرانی اور ایسی آل انڈیا جماعت ہے۔ جو مسلمانوں کی اکثریت میں مقبول و محبوب ہے۔ جو سیاسی قدم اٹھایا جائے وہ لیگ کے فیصلے کے مطابق متحدہ حیثیت سے اٹھایا جائے۔ بس اگر انہی دو باتوں پر عمل ہو جائے تو پھر دیکھئے کہ خداوند کریم و کارساز کی رحمت حسب دستور مدد و نصرت کے لئے

تیار ملتی ہے یا نہیں۔

کلیم۔ واقعی آپ بالکل درست فرما رہے ہیں خدا کرے ہم کو اتنی سمجھ آجائے۔ اچھا اب اجازت دیجئے میں نہایت ہی شکر گذار ہوں کہ آج آپ نے ساری غلط فہمیاں رفع فرما دیں السلام علیکم۔

محمود۔ وعلیکم السلام۔ خدا حافظ۔

حکیم انصاری

مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء

پیش کش:۔ محمد احمد ترازی

پیش کش :۔ محمد احمد ترازی

گزارش

اگر آپ کی رائے میں یہ رسالہ مسلمانوں کو سیاسیات ہند کے پیچیدہ مسائل سے واقف کرنے اور متفق و متحد بنانے میں کچھ مدد دے سکتا ہے تو اس کی اشاعت میں مدد دینا آپ کا قومی فرض ہے جو اسطرح ادا ہو سکتا ہے کہ آپ فی روپیہ آٹھ کتابوں کے حساب سے جس قدر کتابیں مطلوب ہوں منگا کر یا تو خدا واسطے مفت تقسیم کر دیں یا فروخت کر کے اپنے دام وصول کر لیں ہم خُرما و ہم ثواب۔

اکٹھی سو کتابیں منگانے والوں سے صرف مبلغ دس روپے لئے جائیں گے

ملنے کا پتہ

ناظم دار الاشاعت سیاسیات مشرقیہ
آفندی لاج - قرول باغ - نئی دہلی